

عشق کیلئے جان دے

”مسز ارمنان آپ کی رپورٹس آگئی ہیں۔“ ڈاکٹر شازمہ اسسٹنٹ ڈاکٹر مہ پارہ سے اس کی فائل لیتے ہوئے بولیں تو حلقہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ دل کجنت کو نکال کے دور پھینک دیتی جس نے خواہ مخواہ بے چین کر دیا تھا۔ حالانکہ بہت اچھی امیدیں تھیں اسے خدا تعالیٰ کی ذات سے مگر ذات پاک نے اسے آزمائش کے لیے چن لیا تھا۔

”آپ اکیلی آئی ہیں۔ میرا مطلب ہے آپ کے ہسپتال میں وغیرہ۔“ ڈاکٹر شازمہ نے فائل بڑھانے کے بعد اس کی طرف دیکھا ساتھ ہی عینک اتار کے نیل پر رکھی۔

”جی میرے ہسپتال تو لاہور میٹنگ کے سلسلے میں گئے ہوئے ہیں۔“ اس نے بمشکل جواب دیا۔

”بہر حال مسز ارمنان آپ کی رپورٹس کے مطابق یو آر آنارمل لیڈی ہٹیں۔“ ابھی وہ مکمل طور پر ریلیکس بھی نہ ہونے پائی تھی کہ لیکن۔۔۔ نے پھر جان نکال دی۔

”لیکن کیا ڈاکٹر صاحب۔۔۔“

”آپ کے ہسپتال میں ہی ازناٹ آپریٹکٹ مین۔“

”نہیں“ دل نے جیسے دھڑکنے بند کر دیا تھا۔ بات تو ایک ہی تھی۔ وہ نارمل بھلا کب رہی تھی۔ دونوں مل کے ہی تو مکمل ہوتے تھے وہ تو دونوں صورتوں میں نامکمل تھی۔

”مسز ارمنان انسان کو بعض تلخ حقیقتیں کڑے

کی ضد پہ مجبور تھیں۔ سوتیلی ماں اس کے باپ کے سامنے مجبور ہو گئی اور یوں وہ مسز ارمنان بن کے گھر میں آگئی۔ گلے میں پڑے ڈھول کو بجانا ہی پڑتا ہے سو اس کی ساس کو بھی اسے بہو تسلیم کرنا ہی پڑا۔ آج جب ان کی شادی کو تین سال گزر چکے تو کچھ سریالی رشتہ داروں کے بار بار احساس دلانے پہ اسے بھی سہنا پڑا۔

میاں بیوی دونوں کی محبت مثالی تھی مگر ماں کی

خواہش کے پیش نظر ارمنان نے بھی اسے کسی لیڈی ڈاکٹر سے ملنے کا مشورہ دیا۔ لیڈی ڈاکٹر شازمہ شہر کی بہترین گائناکالوجسٹ تھیں۔ اس نے دونوں میاں بیوی کے ٹیسٹ کیے تھے۔ اب تک تو پھر بھی ایک آس تھی آج تو وہ بھی بالکل ختم ہو گئی تھی۔

خدا یا میں ارمنان کو یہ سب کیسے بتا پاؤں گی۔ وہ



گھونٹ کی مانند حلق سے اتارنی پڑتی ہیں۔ حوصلہ کچھ۔۔۔“

”کک کوئی امید ڈاکٹر۔۔۔“ اس کی آوازیوں گئی خود اسے جیسے قبر کی گھرائیوں سے نکلی ہو۔

”مجھے اسی دنیا میں رونما ہوتے ہیں مسز ارمنان۔ بہر حال اکاؤنٹنگ ٹومیڈیکل رپورٹس ہی از ناٹ آپریٹکٹ مین۔“

وہ ٹوٹے دل سے انہی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کیسے گھر تک پہنچی تھی۔ خدا کا شکر تھا کہ ساس گھر پہ نہیں تھیں۔ ورنہ اس وقت ان کا سامنا کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

وہ ٹوٹ کے بیڈ پہ گری اور دباڑیں مار مار کے رونا چاہ رہی تھی مگر آنسو اور آواز تو جیسے جم سے گئے تھے۔

خدا کا شکر ہے کہ اس وقت سوائے ملازمہ کے گھر میں کوئی نہ تھا۔ آج اسے پتہ چلا تھا کہ دلوں پہ بجلیاں کیسے گرتی ہیں۔ آسمان کیسے ٹوٹتا ہے دل کیسے چکنا چور ہوتے ہیں۔

خدا یا کیا میری زندگی ہمیشہ ہی آزمائشوں کا امتحان بنی رہے گی۔ پیدا ہوئی تو ماں مر گئی سوتیلی ماں نے وہ سب کچھ کیا جو پہلی بیوی کے بچوں کے ساتھ سوتیلی

مائیں کرتی چلی آئی تھیں۔ ذرا بڑی ہوئی تو بازار جاتے ہوئے ارمنان ٹکرا گیا۔ انسان جب دکھوں کے

سمندر میں ڈوب رہا ہو تو سہارا دینے والے ہاتھ دنیا کی میوان ترین پناہ گاہ لگتے ہیں۔ سوتیلی ماں اگر راضی نہ

تھی تو بھلا ارمنان کی امی کی بھلا کب خواہش تھی کہ ان کی بھانجی کے علاوہ کوئی ان کی بہو بنے مگر اکلوتے

سہ لے گا کیا یہ سب وہ سب بکھر نہیں جائے گا۔
خدا یا تو نے اتنی بڑی آفتابیں کیوں میرا مقدر کر دی
ہے میں نہیں دیکھ سکتی ارمغان کو لٹوئے اور بکھرتے
محبت آفتابوں کا نام ہے قربانیوں اور آفتابوں کا
نام ہے اور اسی محبت میں اس نے قربانی دینے کا فیصلہ
کر لیا تھا۔ دنیا تو رب تعالیٰ کی آفتابوں کو بندوں کا
جرم بنا دیتی ہے اس نے وہ جرم اپنے سر لینے کا فیصلہ کر
لیا تھا۔ وہ پہلی ہے اسی اور ایک دفعہ پھر ڈاکٹر شازمہ
کے سامنے بیٹھی تھی۔

"خیر بہت سزا ارمغان۔" وہ حیران ہو گئی۔
"میری ایک ریکورڈ ہے اگر۔" وہ رک رک
کے بولی اور ڈاکٹر شازمہ اس بائبل کی لڑکی کو حیرت سے
دیکھ رہی تھیں۔

"آپ کیا کہہ رہی ہیں سزا ارمغان۔"
"پلیز میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں
گی۔ میں اپنے ہاتھوں سے لکھ کے دیوں گی کہ آپ
نے یہ سب میرے کئے کیا ہے۔" وہ دہلائی ہوئی۔
"ایک بات سوچ لیں آپ۔ محبت کبھی ہی شدید
ہو۔ اس طرح کی صورت حال میں ڈاکٹر مراد لاوا کا بھانہ بنا
کے خود کو دوسری شادی کے لیے تیار کر لیتے ہیں۔"
انہوں نے مشورہ دیا۔

"یہ ہم دونوں کا امتحان ہے ڈاکٹر صاحب۔ میں اس
کی محبت میں اپنی ذات کو نشانہ بنانے کے لیے تیار
ہوں۔ اس کی محبت کا اندازہ بھی ہو جائے گا اور بے وقار
لگاؤ اپنے لیے خود ہی سزا بن جائے گا۔"

"آپ کو اپنے پسند سے بہت محبت ہے کیا۔"
ڈاکٹر شازمہ نے پوچھا۔
"بے تحاشہ۔ میں انہیں ہر ہوتا نہیں دیکھ
سکتی۔"

"وہ بھی آپ سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں۔"
"شاید اس سے بھی زیادہ۔" وہ بھرپور اعتماد سے
بولی۔ "اسی محبت سے تو میں ان کے حصے کی اننت خود
اپنے خود سے کتنے گوارا ہو گئی ہوں۔"
"بہر حال آپ سوچ لیں؟"

"میں نے سوچ کے فیصلہ کیا ہے۔ پلیز آپ میری
رپورٹس میں لکھ دیں کہ میں نارمل نہیں ہوں۔ یہ
جلدی سے بولی۔
"ٹھیک ہے مگر اور بجلی رپورٹس تو ہمارے ڈاکٹر
میں ہوتی ہیں وہ نہیں بدلیں گی۔" انہوں نے نقل
دیتے ہوئے لکھا تو عاتقہ نے انہات میں سر ہرایا۔
"ٹھیک ہے کل آپ رپورٹس لے لیجئے گا۔"
"ڈاکٹر صاحب۔ رپورٹس لینے میرے پسند نہ
آئیں گے۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ کسی کے لیے قہر
دے کے نقصان کی تکلیف کم لگتی ہے۔

♥ ♥ ♥ ♥
"ارمغان آج وہاں ہے۔ آپ ڈاکٹر شازمہ کے
کلینک سے ہوتے ہوئے آئیے گا۔" وہ چائے کا کپ
شوہر کو تھمتے ہوئے بولی جو رات ہی لاہور سے لوہ
تھا۔

"کیوں بھئی۔" ارمغان نے تباہی لیتے ہوئے
پوچھا۔
"رپورٹس لینے۔" دل ٹکڑے ٹکڑے ہوئے لگا
تھا۔ ڈاکٹر مراد رنگ نیلے چہرے ٹھیک کرتے گئی۔
"چھالے آؤں گا۔"

"ارمغان۔" کچھ سوچتے ہوئے اسے بکارا۔ تو
چائے کا سپلے کر مڑا۔ "ارمغان مجھے ڈراما
لگنے لگا ہے۔ آج کل میں بہت عجیب عجیب سے
خواب دیکھنے لگی ہوں۔" وہ آنکھیں بند کر کے بولی۔

"اس لیے کہ تم نے عجیب عجیب سی سوچیں جنہاں
لی ہیں۔ بنو کھیلو دیکھنا کیسے رنگیں جتنے سکراتے
خواب۔ کھوگی۔" وہ ہنس کے بولا تو وہ چپ کر کے باہر
نکل گئی۔

سارا دن وہ دل کے ساتھ آنے والے طوفان کا
خوف اسے ڈراتا رہا۔ شام کو ارمغان آیا تو قدرے
خاموش تھا۔
"ارمغان بیٹا آج کچھ چپ چپ ہو۔ خیر تو ہے۔"
اس نے پوچھا تو سر جھکا کے بولا۔
"میں رپورٹس لینے گیا تھا ڈاکٹر شازمہ کے

"میں رپورٹس ٹھیک نہیں ہیں۔" وہ ٹھنڈی تو بھر
دہلی لے بیٹھے ہاتھ مارا۔

"نہ افسوس۔ بیل نارمغان کیوں دلا رہا ہے
نقہ کو یوں لگ رہا تھا کہ کوئی ان سنی سننے جا رہی
ہے مانتہ میں نہیں بن سکتی۔" عاتقہ نے سنا تو
پوچھ گئی۔

"کم کیا کہہ رہے ہو ارمغان۔ میرا دل بٹھ رہا ہے

"میں خدا کی یہی مرضی ہو گی بہر حال بندہ بہت
پر خلق ہے امید ہے ہم سب اس حقیقت کو
سمجھ کر لیں گے۔" وہ کہہ کے بچن کی طرف تیا جہاں
نقہ تھی۔

دیکھو عاتقہ خدا تعالیٰ کی آفتابوں سے ثابت
ذی سے گزرنے والا ہی خدا کا محبوب ہوتا ہے۔ انھو
بائش۔" ارمغان نے سارا دے کے اسے اٹھایا اور
دلا کے صوفے پر بٹھایا۔

"حوصلہ کرو بھئی۔ خدا کو یہی منظور ہو گا۔" انہوں
نے اٹھ کے اسے گلے لگایا تو بے حوصلہ ہو کے ان کے
دھڑکنے میں بکھر گئی۔ ان کی آنکھوں سے بھی آنسو
دھول ہو گئے۔ عورت ہمیں جانتی تھیں کہ یہ لمحات
کی عورت کے لیے کتنے اذیت ناک ہو سکتے ہیں۔

"جاؤ اپنے کمرے میں تمہارا رست کرو۔ جاؤ
رمغان اسے لے جاؤ کمرے میں۔ اٹھو بیٹی۔" وہ خود
اسے کمرے میں لائیں۔ دودھ گرم کر کے دیا۔ اس
کے کہیں ان کا اپنا دکھ بھی تو شامل تھا آخر کو ارمغان
کا اکٹو آ بیٹھا تھا ان کے خاندان کا نام اسی صورت
میں رہ سکتا تھا کہ اس کی اولاد اس کا نام آگے بڑھاتی
"عاتقہ حوصلہ کرو۔ کیا حالت بنا ہی ہے تم نے
نہ کوئی دنیا ختم تمہاری ہو گئی ہے۔" ارمغان نے
ماتوہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔
"میں دیکھ نہیں ہوا ارمغان۔"

"ہوا ہے بہت ہوا ہے۔ میں بھی انسان ہوں
آخر گم گمات ہے کہ ذمہ لگتا ہے تو تکلیف تو ہوتی
ہے شروع میں زیادہ ہوتی ہے بہت بہت بندہ
کھپوہ تو کر لیتا ہے۔" وہ جھوٹ نہ بول سکا۔

"لیکن اس ذمہ کی تکلیف وقت کے ساتھ بڑھتی
ہی رہتی ہے۔ بلکہ جس کے ذمہ یہ ذمہ لگتا ہے اتنی
ہی تکلیف ساتھ رہنے والوں کو بھی ہوتی ہے اور وہ
اس کا علاج بھی دھونڈنے لگ جاتے ہیں۔" وہ چو
چھپا کے بولی تو ارمغان اس کے دونوں ہاتھ ہاتھوں میں
لے کے بولا۔

"میں بھلا اس تکلیف کے علاج کے لیے کہاں
جاؤں گا میری تو ہر تکلیف ہر دکھ کا علاج ہی تمہارے
پاس ہے۔"

"ٹھیک ہے ارمغان۔ لیکن دیکھو بدل نہ جانا۔ میں
مر جاؤں گی۔"

"کیا بھتیجی ہو مجھے۔ دل سے دھڑکنیں بڑا ہو
سکتی ہیں بھلا۔ پھول خوشبو کے دشمن ہو سکتے ہیں کیا۔
بولو۔ جواب دو۔" وہ انہاں سے پوچھنے لگا تو اس
سے لگ کے رو دی۔

"بھتا رہتا ہے جان رو لو مگر صرف اور صرف آج
کے دن۔ اس کے بعد میں اپنی جان کو ہڈیوں کی طرح
آنسو بہاتے نہ دیکھوں۔" وہ اس کا چہرہ اپنے سامنے کر
کے بولا تو وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

خوشی اس بات کی بھی تھی کہ خدا کا شکر ہے کہ اس
نے ارمغان کی بے تحاشا بھتیجی کے جواب میں ایک
معمولی سی قربانی دی تھی۔

وقت دیر دیر سے سر کے لگے۔ سب ٹھیک چل
رہا تھا مگر عاتقہ محسوس کرنی لگی تھی کہ چہرہ ہاتھ جو
لمحہ ارمغان کی ای بے خود ہے چہرے رکھا اب اس
میں دراڑیں پڑنے لگی تھیں۔ وہ اٹھتے بیٹھے اب کمر
کی بے رو لگی کا ذکر ضرور کرنی تھیں۔ سبھی ٹھنڈی
آہیں بھرتیں۔ اپنی اور اپنے خاندان کی بد قسمتی کا رونا
رو میں۔ خاندان میں بھی اب باتیں دلوں سے نکل
کے نہاں پونے آگئی تھیں۔

"صابرہ اپنے ارمخان کی شادی کو تو تین چار سال ہوئے کو آئے ہیں۔ مگر کھرا ابھی تک خالی ہے۔ ارمخان کی بیوی خالہ لاہور سے آئیں تو ہیں سے" قریب ہو کے پوچھا۔

"ہاں آپا کر میں اتنی خوش قسمت بھلا کب تھی کہ کوئی خوش میرا مقدور رہتی۔ خواہش تھی اٹھو آ بیٹا ہے بھانجی بیوا کے لاؤں گی مگر نہ جانے کب۔ جو تک میرے بیٹے کو نہ جنت گئی اور ماں کی ساری خواہشیں اور ارمان بننے کے گھرے کنوس میں پھینک دیئے۔ دل بے شکل راضی ہوا تھا کہ خبر چلے بن کے گری کہ مجھے داوی کئے والا کوئی نہیں آئے گا۔ اس درخت پہ پھول نہیں لگنے کے تیا۔" وہ ٹھنڈی تو بھر کے بولیں تو بڑی خالہ نے سینہ پھیند ڈالا۔

"یہ تو کیا کہہ رہی ہے صابرہ۔"

"ہاں آپا ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے۔ حائقہ بھی ماں نہیں سن سکتی۔" وہ آنسو صاف کر کے بولیں۔

"اے بے وقوف اور تو آنسو بہانے پہ لگی ہوئی ہے۔ ہاتھ پہ ہاتھ دھر لیا ہے۔ واہ اے صابرہ ساری زندگی تو نے بڑائی میں ہی گزار دی۔" بیوی بن غنی لیسٹروں اور مشوروں پہ اتر آئیں۔

"مجن میں کو کنگ کرنی حائقہ دونوں بہنوں کی باتیں سن کے مسکرا رہی تھی۔"

"مجھے اپنی مستاپہ اعتبار نہیں ہے کیا۔ وہ بیوا کے لایا تو خاموش ہو گئی اب اپنی نسل کو نشہ کچھ کے بھی چپ رہے گی۔ اور اے دن رات ارمخان کو کہہ کے راضی کر۔ ماں کے لیے بیٹے کو کسی بات کے لیے راضی کرنا کیا مشکل بات ہے۔" پھر دونوں ہمیں ایک دوسرے کے کان میں کھسک پھر کئے لگیں۔

اس کے بعد تو کھر میں راستہ بان اہل ارمخان کے سامنے درجہ بھرے ڈھانڈا لڑو لیتی رہیں۔

حائقہ کے جی کو ایک ہی دھڑکا لگا رہتا کہ چہرہ بھی مستقل پانی پڑتا رہے تو بھی جبکہ سے مل جاتا ہے وہ تو

گوشت پرست کا انسان تھا اور یہ مقابلہ میں قحی کمر ایک لمحے کی کمزوری میں کیا تو۔ اس سے آگے کر سے سوچا نہ جاتا۔

دوسری جانب ماں کا دوا اور ارمخان پر جھٹکا ہوا تیرا "بیٹا تم نے اپنی مرضی سے شادی کی میں نے تھوڑے سے لمحہ غصے کے ساتھ ہر حال تمہاری بات مان لی۔ آج تمہارا امتحان ہے میری خوشی کی خاطر تمہیں بھی قریبی دینی ہو گی۔ کیا میرا کوئی حق نہیں ہے تم۔ جوانی میں میں نے یہی کیا کہ اس آس پہ سپہ لیا تھا کہ تمہاری خوشیاں میرے لیے مرتب ہیں جائیں گی۔" وہ باقاعدہ رونے لگیں تو وہ اٹھ کے کمرے میں آیا جہاں وہ سوئے کی ایک تنگ کمرہ تھی۔ وہ جانتا تھا اسے وہ جاگ رہی تھی۔

"حائقہ سوئے کی اداکاری کرنے کی ضرورت نہیں میں اچھی طرح جانتا ہوں تم جاگ رہی ہو۔" وہ بند پڑ پٹتے ہوئے بولا۔

حائقہ نے جلدی سے چہرے کو صاف کرنا چاہا۔ مگر ارمخان نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔

"کیا مجھے یہ میری محبت پہ اعتبار نہیں ہے تمہیں۔" "خود پہ اعتبار نہیں ہے مجھے۔ اپنی قسمت پہ نہیں ہے۔ ارمخان تبدیل تو نہیں جائیں گے۔"

"میں کیوں بدلوں کا بھلا۔" وہ مسکرایا۔

"بھینڈو لگنے لگا ہے اب خود سے تم سے۔"

"فعلوں باتیں چھوڑو اپنی صحت کا خیال رکھو کتنی کمزور ہو رہی ہو۔" ارمخان نے بات بدل دی۔ تو وہ پرسکون ہو گئی۔



آج کل ارمخان کے معاملات میں کچھ فرق آنے لگا تھا۔ وہ وقت پہ گھر نہیں آتا تھا اور کچھ مڑ بھی آتے رہنے لگا تھا۔ چھٹی والے دن ماں کے کمرے میں کیا تو انہوں نے اسے پس بٹھالیا۔ اس دن دونوں ہمیں بھی سسرال سے آئی ہوئی تھیں۔

"دیکھ ارمخان مجھے اب اور نہ دیکھ کر بیٹھا ہوا بددعا نہیں دیتی مگر اس کا دل دکھانے والا سکون سے

"میں رہتا۔" "پھر نہ۔" اگر تو ثابت قدم رہا تو کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ دونوں کے حقوق برابر رکھنا انہوں نے کہا تو ارمخان چپ ہو گیا۔

انگلے ویزہ ہنست یوں ہی ہوتا رہا کہ وہ آنس سے لیتا دھس آتا ہوا پھٹ پڑی۔

"ارمخان یہ کوئی وقت ہے کھڑے نہ کیا۔"

"کلام ہوتا ہے آس میں۔" مختصر جواب دیا۔

"پہلے تو اتنا کام کھی نہیں ہوا آس میں کہ تپ دیر سے آس۔"

"ضروری تو نہیں دو کام پہلے میں ہوا اب بھی نہ ہو۔" وہ چڑکے بولا۔

"ہاں واقعی ضروری تو نہیں کہ سب ویسا ہی رہے۔" وہ دھکی ہوئی۔

"آس میں کیا پرانی ہے انسان کو بدلنے ہی رہتا چاہیے۔ ہاتھ تو ہم پہلے جیسی ہو کیا آج بھی۔" اس نے بات کو تانا چاہا۔

"ہاں میں آج بھی پہلے جیسی ہی ہوں مگر تم کافی بدل گئے ہو۔" وہ طنز نہی نہیں بولی۔

"تمیں تم باکل ویسی نہیں ہو جیسی پہلے تھیں۔"

پہلے تھیں نہیں میں بھی اب ہو گئی ہو۔" ارمخان کی بات کوئی کی طرح اسے لگی۔

"آج۔" وہ تسخرانہ نہی نہی۔ "حالا کہ ارمخان مجھے پہلے تم سے محبت تھی اب عشق ہے تمہیں اس لیے روک رہی ہوں کہ کیس بکھر نہ جاؤ۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بولی۔

"تو کیا یہی تمہارا عشق ہے۔"

"ہاں یہی میرا عشق ہے۔ جان لو گے ایک دن۔"

وہ نظرس چرا کے بولی۔

ارمخان کے آس میں ہی ماں کی من پسند بھانجی نے جاب بھی کر لی اور وہی سہی کمر بھی پوری ہو گئی۔

حائقہ کو دو تین لوگوں نے ارمخان کی خبریں پچانیں کہ فلاں ہوئل میں وہ عاصمہ کے ساتھ موندو تھا۔

کبھی یاد رک اور کبھی نہیں۔ اب اس نے چپ چاپ تماشائی بننے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر پھر ایک دن بول پڑی

برسر نے کہا تو کوئی جواب نہ دے سکا۔

"کھڑا رہتا۔" "پھر نہ۔" اگر تو ثابت قدم رہا تو کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ دونوں کے حقوق برابر رکھنا انہوں نے کہا تو ارمخان چپ ہو گیا۔

انگلے ویزہ ہنست یوں ہی ہوتا رہا کہ وہ آنس سے لیتا دھس آتا ہوا پھٹ پڑی۔

"ارمخان یہ کوئی وقت ہے کھڑے نہ کیا۔"

"کلام ہوتا ہے آس میں۔" مختصر جواب دیا۔

"پہلے تو اتنا کام کھی نہیں ہوا آس میں کہ تپ دیر سے آس۔"

"ضروری تو نہیں دو کام پہلے میں ہوا اب بھی نہ ہو۔" وہ چڑکے بولا۔

"ہاں واقعی ضروری تو نہیں کہ سب ویسا ہی رہے۔" وہ دھکی ہوئی۔

"آس میں کیا پرانی ہے انسان کو بدلنے ہی رہتا چاہیے۔ ہاتھ تو ہم پہلے جیسی ہو کیا آج بھی۔" اس نے بات کو تانا چاہا۔

"ہاں میں آج بھی پہلے جیسی ہی ہوں مگر تم کافی بدل گئے ہو۔" وہ طنز نہی نہیں بولی۔

"تمیں تم باکل ویسی نہیں ہو جیسی پہلے تھیں۔"

پہلے تھیں نہیں میں بھی اب ہو گئی ہو۔" ارمخان کی بات کوئی کی طرح اسے لگی۔

"آج۔" وہ تسخرانہ نہی نہی۔ "حالا کہ ارمخان مجھے پہلے تم سے محبت تھی اب عشق ہے تمہیں اس لیے روک رہی ہوں کہ کیس بکھر نہ جاؤ۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بولی۔

"تو کیا یہی تمہارا عشق ہے۔"

"ہاں یہی میرا عشق ہے۔ جان لو گے ایک دن۔"

وہ نظرس چرا کے بولی۔

ارمخان کے آس میں ہی ماں کی من پسند بھانجی نے جاب بھی کر لی اور وہی سہی کمر بھی پوری ہو گئی۔

حائقہ کو دو تین لوگوں نے ارمخان کی خبریں پچانیں کہ فلاں ہوئل میں وہ عاصمہ کے ساتھ موندو تھا۔

کبھی یاد رک اور کبھی نہیں۔ اب اس نے چپ چاپ تماشائی بننے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر پھر ایک دن بول پڑی

کہ وہ اس کا محبوب شوہر تھا۔
 "ارمغان محبت کمال مٹی تھامی۔" جواباً اس نے نظریں چرائے کہ۔
 "محبت میں کی جانی ہے کیا؟"
 "مگر سوال کرنا ہے تو میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے پوچھو۔ چوکیں چھپا رہے ہو۔"
 "کیا اکل پین ہے حائقہ۔ انسان تھا ہارا افس سے لوٹے اور فضول باتیں شروع ہو جائیں۔" وہ جھنجھکیا۔
 "وہ کون سا افس درک ہے تو تم سے آنکھوں کی طرح رات گئے تک چنار تپتا ہے۔" وہ پست کے ہوئی۔
 "تم ایسا کو کل سے جا کے افس کے گیت پہ بیٹھ جایا کرو تاکہ میری ایکونٹنڈو سے باخبر ہو۔" وہ کہہ کے ہاتھ روم میں گھس گیا۔
 "یہ ہو تم ارغوان ملی۔ جس کی خاطر میں نے اتنی بڑی قربانی دی۔ تم صرف ایک سال میں ہی بدل گئے۔ ساری جنتیں چاہتیں وعدے سب کچھ بھول گئے۔ پانی کا بلبل بن کے ہوا ہو گئیں سب امیدیں۔
 میں تمہیں ہیرا سمجھی اور تم پھر تک نے تو میرا محبتوں پر سے ایمان ہی ختم کر دیا ہے۔ تم نے راہیں بدل لیں تہی منزلوں کی تلاش میں کل کھڑے ہوئے۔ مگر یہ نئی راہیں تمہیں منظر پہ نہیں بلکہ بندگی میں لے جائیں گی اور افغان۔ جہاں سے کوئی جینو کوئی ستارا تمہیں نہیں مل سکے گا۔ ہاں تب میں ایک بندہ تمہیں ملوں گی اور تم سے پوچھوں گی کہ یو لو میرے بیٹے کی قربانی بھلا کوئی دے سکتا ہے۔ میں رنج کے بعد میں بولوں گی۔"

♥ ♥ ♥ ♥
 باہر سے تو خبریں ملتی رہیں آخر جب سب طے ہو گیا۔ ماں بھینس خاریوں میں لگ گئیں۔ بیہوش شہزادہ دیکھ کے اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی وہ بھانگی ہوئی اپنے کمرے میں آئی اور افغان کی تصویر کو سینے سے لگا کے پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

اس رات عشق کا درد آہنی سند سے اتر اور اسے بے رحمی سے فیصلہ شانے لگا۔
 "حائقہ ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے گھر میں کبھی کبھی نکالاریاں گونجیں۔ کوئی مٹی کی اور سرکی آواز میں اسے نکارے۔ میری بھی شہرہ خواہش ہے مگر میری بد قسمتی کہ خوشی کی یہ خبر مجھے تمہارے وجود سے نہیں مل سکتی۔ ماں اور بہنوں کی بھی خواہش ہے کہ ان کی سسل کا کوئی نام لیا ہو۔ اس لیے میں مجبور ہو گیا ہوں۔ یہ تمہاری محبت کا بھی امتحان ہے۔ امید ہے تم میری مجبوری کو سمجھ رہی ہو گی۔" وہ بول رہا تھا اور وہ آنکھیں میاڑے ان لہلوں کو دیکھ رہی تھی جو دیکھتے ہوئے انگارے میرے وجود کو رکھ رہے تھے۔ کبھی انہیں لبوں نے میرے وجود کو میرا ب کیا تھا۔ پیار بھرے جھٹے میرے کانوں میں ڈکائے تھے اسرت رس کی مانند۔ یہی وہ چوہا تھا جس کی والہانہ چاہتیں ٹھنڈی پھولوں کی طرح برس کے اسے لوٹتی تھیں۔
 "تم سن رہی ہو نا۔ میں جانتا ہوں تم اس وقت کس اذیت سے گزر رہی ہو مگر میں دوسری بار اپنی ماں کا دل نہیں توڑ سکتا۔" وہ اسے تمام کے بولا تو وہ رک رک کے ہوئی۔
 "میری اجازت کے بغیر شادی کرو گے۔ اگر میں نے اجازت نہ دی تو۔"
 "کیا تمہیں میرا ذرا احساس نہیں ہے تم میری خاطر اپنی ہی قربانی نہیں دے سکتیں۔" وہ بے دردی سے بولا۔
 "آئی سی۔ میں نے تمہاری خاطر کتنی قربانی دی ہے تمہیں اذیت ہی نہیں ہے ارغوان ملی۔" وہ بے دلی سے مسکرائی۔
 "حائقہ تم جذباتی ہو رہی ہو حالانکہ حقیقت کی نظر سے دیکھو تو میری اور میری ماں بہنوں کی خواہش کوئی اتنی ناجائز بھی نہیں ہے۔" وہ ذرا سختی سے بولا۔
 "اولاد کا نہ ہونا ناخوشی مرضی ہے۔ کیا گارنٹی ہے کہ تمہاری دوسری بیوی تمہارے بچے کی ماں بن جائے۔"

"وہ چلائی۔
 "وہ میری قسمت۔ پھر کسی کو گتہ تو نہیں ہو گا نا۔"
 "حائقہ اٹھا کے گیا۔
 "کسی کد۔ پھر صرف مجھے گد ہو گا۔" وہ سترائی۔ اور مزید بحث نہ کی کہ اب اسے روکنا محال ہے کہ فیصلہ کر دینا تھا۔
 "نیک ہے جب فیصلہ تم اور تمہاری ماں کریں ہے ہو تو مجھ سے کیا فیصلہ کروائے آئے ہو۔"
 "تم رکنا حائقہ میں تمہاری طرف سے کوئی دہائی نہیں کروں گا۔ تمہاری محبت بالکل اسی طرح۔ مٹی میرے دل میں۔" وہ بارے اسے کندھوں سے فہم کے بولا تو وہ مٹی سے ہوئی۔
 "اب بھی وعدے کرنے کی عادت نہیں مٹی تمہاری ہمارا گواہ ہے کہ ماں میں اور فیصلہ کرو کہ پچھلے بدل کا کیا انجام لیا ہے تم نے۔ اب مزید کوئی وعدہ میری تعبیلی میں خدا کے لیے مت ڈالو۔" وہ ہاتھ جوڑ کر ہوئی اور کھیل لے کے سو گئی۔
 "نئی ایم سو ری ڈارنگ۔" اس سے صرف ایک دھڑکے کے فاصلے پر تھی اور کتنی دور تھی۔ کیا مقام تھا اس پر۔ دونوں تھے۔ ارغوان جانتا تھا کہ وہ یو فال کی کا رترب ہو رہا ہے مگر وہ مجبور ہو گیا تھا۔
 رات کے اندھیرے میں اس کی سسکی۔ ارغوان نے آنکھ کھل گئی وہ صوفیہ بیٹھی تھی سامنے اپنی اور ارغوان کی شادی کی تصویر تھی۔ وہ نظریں چرائی کہ دل کی دنیا بابت افسوس پھل ہو گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ حائقہ کے اس کے سارے گلے شکوے مناواتا تھا۔
 ہاتھ جڑے سامنے آگئے۔
 "حائقہ بی۔" اگلے دن ماں اس کے کمرے میں گئیں۔ اس کی اجڑی حالت اور پیلا رنگ دیکھ کر۔
 "ماں ان کا بھی دیکھ ہو گیا کہ وہ ہر حال خود بھی تھک گئیں۔
 "نئی جتنے کو سولگی سے نکال ہو رہا ہے تم بھی اسے۔ کی مرضی سمجھ کے تقدیر کا لکھا سمجھ کے قبول کر۔" ماں نے اسے سینے سے لگا یا تو وہ ان سے بری

طرح چلت گئی۔
 "نئی۔" وہ بھی ایک عورت کا دل رکھتی تھیں وہ پڑیں۔
 "ماں میں ٹھیک ہوں۔ آپ میری فکر نہ کریں۔ خدا آپ کی خواہش پوری کرے۔" حائقہ کو پتا تھا کہ سوتیلی ماں بھلا اب اسے کب رکھے گی کہ اب تو باب کا آسرا بھی ختم ہو چکا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ اسے اب اس گھر میں جگہ بھی تو تباہ تھی مگر یہ کیا نکاح سے ایک دن پہلے جب مہمانوں کو کما جا چکا تھا خاصہ نے شرط رکھ دی کہ پہلے حائقہ کو طلاق دینی ہوگی۔
 پہلے تو وہ حج اٹھا۔ "ماں یہ نہیں ہو سکتا۔ میں حائقہ کو طلاق دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔" مگر اس نے کافی باتوں کا نہیں سوچا تھا مگر وہ کی تھیں۔ یہاں یہ بھی اسے کرنا پڑا۔
 "بیٹیائے تمہاری ہی فکر میں کی کا باعث ہوگی۔ اس وقت خوش کے بجائے ہوش سے کام لو یہ صدمہ دیتی ہے میری جان۔" ماں اور بہنوں نے نظریں کے جال میں گھیرا کہ اس نے گہرا کے جلدی جلدی سب کر ڈالا۔
 صبح صبح وہ اس کے پاس آیا اور کاغذات بند لٹائے میں اس کے سامنے رکھے۔
 "حائقہ یہ۔" آواز گلے میں ہی پھنس گئی۔ اسے یقین نہ آیا۔
 "یہ۔ یہ کیا ہے ارغوان۔" اس نے یوں ڈر کے بند لٹائے کو دیکھا نہیں بچو ہوں۔
 نجانے کہیں وہ مجبور اور اعتبار سے ملا ماں رہی تھی ارغوان کی محبت اس حد پہ جاتی نہیں سکتی یہ محبت کی حد تو نہ تھی بلکہ بے وفائی کی حد تھی۔ اس بے وفائی کی سزا خدا تعالیٰ نے اس کے لیے خف کر رکھی تھی۔
 "نئی ایم سو ری حائقہ۔" وہ کم صم سی حائقہ کی حالت سے نظریں چرائے بولا۔
 "کاش ارغوان اس فیصلے سے پہلے پچھلی رفاقتوں کے عوض کچھ وقت آپ میری جھولی میں ڈال دیتے تو۔ تو آپ کا احسان ہو گا۔" آخری لمحے وہ بات بدل

"تپ نے تو سب کچھ ختم کر کے بات کی ہے۔
کاش میں آپ کو آخری بار چھو کے محسوس تو کرتی
آپ کے نقش اپنی آنکھوں میں تو جذب کر سکتی۔ آپ
تو میں آپ کو دھنسا چاہوں بھی تو گناہ گار ہی ہوں گی
چھڑنے کا فیصلہ تو کر لی لیا تھا پھر آخری ملاقات کی کوئی
نشانی تو دی ہوتی۔ ان آنسوؤں کے علاوہ۔" وہ اور اس
کا لہجہ بالکل ٹوٹ چکے تھے۔ اور مخان کو یوں لگ رہا تھا
کوئی اس کا دل مٹھی میں مسل کے مرہ کر چکا ہے۔
"تپ۔" حائقہ نے گلے سے گولڈ کی چین نکالی اور
سایڈ پیپل پر رکھ دی۔ یہ اور مخان نے اسے منہ دکھائی
میں دی تھی۔
اور مخان نے چین اٹھائی اور واپس اس کی طرف
پڑھائی۔
"یہ گفت تھا حائقہ اور گفت لوٹائے نہیں
جاتے۔"
"یہ گفت آپ نے اپنی بیوی کو دیا تھا۔ نہ رشتہ رہا
اور نہ گفت کو رکھنے کا حق۔"
"معافی کا حقدار تو نہیں ہوں مگر پھر بھی معاف کر
دنا۔"
"چلتی ہوں۔" وہ انھی لڑکھائی۔ اور مخان آگے
بڑھا مگر پھر رک گیا۔ سنبھلی اور ہنس کے بولی۔
"زخم کمر لگا ہے نا کمزوری ہو گئی ہے۔ سنبھل لوں
گی خود کو۔"
"نا سب کچھ جب چاہو لے جانا۔" اور مخان کی
بات کے جواب میں ایک لمحے کو اس کی نظر انھی اور پھر
جھک گئی کیا نہیں دیکھا تھا اور مخان نے اس نظر میں۔
"حائقہ تمہاری ساری چیزیں۔"
"پلیز اور مخان۔ میں جینز لے کے قبر میں نہیں
جایا کرتیں۔" کہہ کے وہ مرہ نظروں سے پورے
کمرے کو حیرت سے دیکھنے لگی۔
اپنے بندے کے پاس بیٹھ کے حسرت سے اپنے بندے
باتھ پیچیرتے ہوئے وہ اندر آئی اماں کو بھی رلا گئی۔
اور مخان نے صوفے کا سہارا لیا۔

"یہ میں نے کیا کر دیا ہے۔ دل بار بار ایک سی بات
کیوں دہرا رہا ہے کہ اب کن سے دھڑکنے لگا چھوڑو۔"
وہ خود سے بولا۔
"حما چلتی ہوں اماں۔ جب رخ کے نقشے میں چور
اس دلگیر اور مخان کے ساتھ بار کیا تھا تو اپنی خوشی میں
آپ کے دل کے ٹوٹنے کی قواز نہیں سن سکی تھی۔
قرن شاید آپ کو میرے ٹوٹنے کی قواز سنائی نہیں دے
دی۔" وہ زخمی ہنسی ہنس کے باہر نکلی۔ قوارہ خان نے
جیساخت اسے قواز دی۔ مگر جانے کے حکم پہ مرہ کی تو
خود اور مخان نے ہی لگائی تھی۔
"حائقہ۔ حائقہ۔"
"موسلہ کو بیٹا اللہ اللہ کچھ ہی دنوں میں سب
نارمل ہو جائے گا۔" مگر سب نارمل نہ ہو سکا۔
ایک ماہ بعد ہی بڑی بی بی طلاق کا پروانہ تین بچوں
سمیت لے کے دہلی ہوئی ماں کے پاس آگئی۔
خاصہ جو سگی بھانجی تھی۔ اسے ساس کا خود بھی
نا قابل برداشت تھا اور بے مزد کا تین بچوں کے ساتھ
آجائے اور بھی ناگوار گزارا۔
"اور مخان اب میں اس چڑا مگر میں نہیں رہ سکتی۔
خالہ کیا کم نہیں کہ اب ڈسٹرب کرنے کو تیار بھی تین
بچوں سمیت تن منہ ہوئی ہیں۔" وہ بدتمیزی سے
بولی تو اور مخان حیرت سے اسے دیکھنے لگا جس پہ اماں کو
سگی بھانجی ہونے کا برا مان تھا۔ حائقہ نے تو چار سالوں
میں اماں کی کتنی باتیں چپ چاپ برداشت کی تھیں۔
خاصہ ایک ماہ نہ کر سکی۔
"وہ تمہاری سگی خالہ ہیں خاصہ۔" اور مخان نے
یاد دلایا۔
"آئی فہ۔ ڈونٹ ٹل لی۔"
♥ ♥ ♥ ♥
"نالہ سوتیلی ماں بھی مجھے نہیں رکھے گی۔" حائقہ
نے بہت سوچ کے اپنی بچپن کی سبتیلی نالہ کے گھر
آنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ اور اس کی امی ساری بات سن
کے افسردہ ہو گئیں۔
"تو تم اسے بتائی تو کسی۔" نالہ کی امی نے کہا۔

"اس نے مجھے موقع ہی نہیں دیا خالہ جان۔"
خالہ سر جھکا کے بولی۔
اگلے دن حائقہ نے دھڑپہر کھانے کے بعد نالہ کے
سے کہا کہ وہ اسے دار الامان چھوڑ آئیں۔ پہلے تو
نہوں نے اسے ہلکی سی اپنے گھر رہنے کی آفر دی مگر گھر
میں لڑکے تھے جو ان بی بی سگی کون کسی کی ذمہ داری اس
ہانے میں اٹھا سکتے اور اٹھا تا ہے۔
دار الامان آ کے پہلے کچھ دن تو وہ جی کر رہے
تھے پھر ایسی ایسی دکھ بھری کمیتیاں اور کردار لے لے کہ اپنا
کو بکا ہونے لگا۔
وقت تھوڑا سا اور سرکا۔ ایف اے ہونے کی وجہ
سے اسے وہاں تو کئی بھی مل گئی۔ پھر اس نے دو سہول
وہ جملہ دینے کا حوصلہ سیکھ لیا اس کے اندر کی ہڈیوں
حائقہ تو اسی دن مر گئی تھی جب اور مخان کے گھر سے
نکلی تھی۔
نالہ اور اس کے امی ایڈاکٹر اسے وہاں ملنے آتے
تھے۔
"حائقہ بی بی آج تم سے ایک بات کرنے آئی
ہوں۔" نالہ کی امی نے کہا تو اس نے حیرانگی سے
بولوں میں بی بی کو دیکھا۔
"بی بی خالہ جان حکم کریں۔"
"بی بی خدا کو اہ ہے کہ میں نے تمہیں بھی اپنی نالہ
سے کم نہیں سمجھا۔" خالہ نے کہا۔
"میں نے بھی آپ کو کوئی پر غلوس محبت پہ
لگ کیا خالہ جان۔" وہ مسکرا کے بولی۔
"بی بی آج ماں اپنی بی بی کے پچھلے اور اچھے مستقبل
لے لے ہی بات کرنے آئی ہے۔ تم ابھی خوبصورت
ہو جوان ہو۔ ابھی وقت ہے تمہارے ہاتھ میں۔ اس
سہ میں چاہ رہی ہوں تمہارا گھر دوبارہ بس جائے۔
بی بی بننے کے اپنے بیٹے کے لیے کسی رشتے کی بات کی
نہیے دل میں ایک دم تم آگئیں۔ بلال کو تم نے
بہت دودھ دیکھا بھی تھا ہمارے گھر۔" انہوں نے
سب بات کی۔
"خالہ جان ابھی تو پچھلے دنوں کا بھی مرہم نہیں

ہو آپ نئی راہوں پہ لگا رہی ہیں۔" وہ افسردگی سے
بولی۔
"زخم تب بھرتے ہیں جب ان پہ مرہم رکھا جائے
اور اس زخم کا مرہم اس سے اچھا اور کوئی نہیں اور پھر
کسی کم ظرف کی خاطر اپنی زندگی برباد کرنے کی کوئی
تکلیف ہے صلا۔"
"خالہ جان میں کسی کی خاطر اپنی زندگی برباد نہیں کر
رہی۔ میں نے اس وقت یہ بات جانی تھی کہ زندگی
حقیقت اور وہ بھی بڑی تلخ حقیقت ہے جب ماں کے
مرنے کے بعد سوتیلی ماں کے ہستے چڑھی۔ دکھ ہے
شدید مگر۔"
"تو پھر کیا اگر مگر۔ جتنی جلدی فیصلہ کر دی اچھی
بات ہوگی۔" نالہ نے کہا۔ "بلال بھائی کی بیوی شادی
کے ایک ماہ بعد ہی اپنڈکس پھٹنے سے فوت ہو گئی تھی وہ
بہت اچھے انسان ہیں۔"
"خالہ جان مجھے کچھ وقت دیں۔ میں سوچتا چاہتی
ہوں۔" وہ قوی طور پر تالا۔
"چھ ماں ملے جمعہ کو دوبارہ لوگوں کی تم اچھی طرح
سوچ لو۔"
"چھ حائقہ۔" نالہ اٹھ کھڑی ہوئی تو اس نے
مسکراتے انہیں رخصت کیا۔
اگلے دن اس نے اپنی میڈم سے بات کی تو انہوں
نے بھی اسے وہی باتیں کہیں جو نالہ کی امی نے کسی
تھیں۔
وہ خوابوں میں رہنے والی لڑکی نہ تھی نہ ہی حالات
نے اسے ان چو پھلوں کی اجازت دے رہی تھی۔ اس
لیے اس نے ہائی بھری اور جمعہ کے دن سلائی سے وہ
بلال احمد کے نکاح میں آگئی۔
بلال ایک سمجھا ہوا انیس انسان تھا۔ حائقہ نے
اسے حرف حرف تمام حقیقت بتادی۔
"بھئی تم نے بہت اچھا کیا جو اور مخان کو اغیارم
نہیں کیا تھا پہلے ورنہ مجھے کیسے ملتیں۔" وہ شرارت
سے بولا۔ تو وہ بظاہر تو مسکرائی تھی مگر اندر کیسے درد کی
لڑا تھی تھی۔

ان کی شادی کو ایک سال ہو چکا تھا مگر توج بھی ان کی خواہش پوری ہوئی نظر نہیں آ رہی تھی۔
 ”بھئی جلدی کیا ہے ہو جائے گی اولاد بھی۔“ عاصمہ لاپرواہی سے بولی۔
 ”اس کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی انہیں شدید خواہش ہے۔“
 ”دیوہارمغان اپنے پرسل معاملات میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتی۔ ایک تو سسر تم نے میرے مسلسل مینشن آپ کی صورت میں بشارتیں ہے انتہائی بد تمیز بچے ہیں ان کے ان کا کس بندوبست کرو پھر بچوں کا سوچنا۔ میرا بچہ ایسے ماحول میں نہیں مل سکتا ہے۔“ وہ سختی سے بولی۔
 ”وہ کہاں جائیں ان کے باپ کا گھر ہے۔“
 ”ارمغان نے غصے سے کہا۔
 ”میرے بھی تو شوہر کا گھر ہے۔ میں دونوں کیوں سکون سے نہیں گزار سکتی یہاں اور اس پر تمہاری اور تمہاری ماں جان کی خواہش ہے کہ میں اس ماحول میں ذہنی مریض بنانے کے لیے اپنا بچہ دنیا میں لاؤں۔ ہر وقت کی چیخ و پکار اور کل کل۔“ غصے کی وہ بھی تیز تھی۔
 ”تم زادت کر رہی ہو عاصمہ خدا کے خوف سے ڈرو۔“
 ”ارمغان پلینز مجھے مزید ڈسٹرب مت کرو۔“ وہ کہہ کے کمرے میں چلی گئی۔
 اگلے دن ارمغان کھڑا تو عاصمہ چیخ و پکار کے لیں کو بلانے سے باتیں سن رہی تھی۔ کپانے کچھ کھانا چاہا تو انہیں بھی ٹوک دیا۔
 ”بس بس آپ خبردار جو بولیں تو۔“ یہی کیا کافی نہیں ہے کہ لاووت کی روٹی آپ کو اور آپ کے بچوں کو مل رہی ہے۔“
 ”یہ اس کے باپ کا گھر ہے عاصمہ۔“ ماں نے کہا۔
 ”اس کے باپ اور میرے شوہر کا گھر ہے اس کا

باپ قبر میں ہے اور میرا شوہر زندہ ہے۔“ اسے کوئی خوف خدا نہ تھا۔
 ”عاصمہ تم سب بد تمیز ہوتی جا رہی ہو۔“ ارمغان سے برداشت نہ ہوا تو اسے ایک پتھر سید کر دیا۔
 ”شاک میں آگئی۔
 ”وانہ۔ تم نے مجھ۔ ہاتھ اٹھایا۔ تم نے مجھے مارا۔ میں ایک لمحہ اس گھر میں نہیں رکھوں گی۔“ وہ چلائی اور غصے میں کمرے کی طرف بڑھی۔ کپا اور ماں دونوں گھبرا گئیں۔
 ”ہائے اللہ ارمغان یہ تم نے کیا کر دیا ہے بیٹا۔ اسے روکو۔ خواہ مخواہ تماشا بن جائے گا۔“
 ”تماشا تو آپ نے میری زندگی بنا دی ہے ماں۔ کھانا اب پوتے پوتیاں۔“ وہ چیخا۔
 ”دیکھ ارمغان میں تیرے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں اسے روکو۔ یہ بوقت ہے۔“
 ”یہ سب ماں ایک بے گناہ اور معصوم لڑکی پر ظلم کروانے کا نتیجہ ہے۔ انہی اس بھانجی کو کیا کے لانے کی خواہش میں آپ نے مجھ سے ایک معصوم لڑکی کی زندگی برباد کر دی۔ اس کے ہاں گناہ کی سزا ہے رنج سے سنائی۔ توج آپ اور آپ کی زندگی تماشا بن رہی ہے اسے الگ کھر کی تمنا ہے اور سن لیں مجھے آپ کی بھانجی کی یہ خواہش منظور نہیں۔“ ارمغان پہلی دفعہ پھٹ کے بولا تھا۔ وہ چلی گئیں کوئی اسے روک نہ سکا۔
 اگلے دن ماں نے ارمغان کو اسے لانے کا کہا تو وہ لاپرواہی سے بولا۔
 ”ماں ابھی کچھ دن رہنے دیں اسے ماں کے گھر ذرا دیر لٹھکانے آجائے اس کا اور مجھے بھی دونوں سکون کے گزارنے ہیں۔“
 وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی واپسی تو ناممکن ہو جائے گی۔ اگلے دن اسٹور سے چیزیں لیتے ہوئے اس کی نظر مانتھ پر جا پڑی جس نے تین چار ماہ کا بچہ اٹھایا ہوا تھا۔
 ”مانتھ۔“ وہ بیساختہ اس کی طرف دھما۔

تین بیس اور جبک گئیں۔
 ”مانتھ۔ کک۔ کیسی دھم۔“ ایک بڑھ سال بعد سے دیکھا۔ تو دل میں ہلکا سا جھنجھکاؤ تھا جسے پہلی دفعہ اسے بچہ کو حرا کا تھا اور محبت کی کہانی شروع ہوئی تھی۔
 ”دیکھ ہوں۔“ مانتھ کی زندگی اس کے بچے کی بہترین سب ثابت کر رہی تھیں کہ وہ محو کھانے کی جہل تھی۔
 ”یہ۔ یہ کون ہے؟“ دوسرا سوال بچے کے متعلق تھا۔
 ”یہ۔“ مانتھ مسکرائی۔ ”یہ میرا بیٹا ہے میرا سکا بچہ۔“
 ”مگر تم تو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔“
 ”ممکن تھا اور ہوا۔ ثبوت تمہارے سامنے ہے۔“ مسکرا کے بولی۔
 ”تم غلط کہہ رہی ہو۔ تمہاری رپورٹس اب بھی میرے پاس موجود ہیں۔“ وہ ارد گرد کی پروا کیے بغیر چیخا۔
 ”مجھے تمہارے یقین اور بے یقینی سے کچھ نہیں پتا۔ مگر حقیقت یہی ہے ڈاکٹر شازمہ اب بھی اپنا دیکھ چا رہی ہیں۔ میں نے حمیس کھا تھا کہ تم بند بھی میں قید ہو جاؤ گے جہاں سے۔ واپسی کا راستہ ہو گا۔ آگے جانے کا۔ تب میں تم سے۔“
 ”مانتھ مجھے تمہاری باتیں سمجھ نہیں آ رہیں۔“ ارمغان ہاتھ لگا رہا تھا۔
 ”میں احساس کر سکتی ہوں تمہاری تکلیف کا۔ لو کہہ جائے۔“ وہ کہہ کے چلی گئی تھی مگر اسے تو جلتے جڑے شعلوں کے حوالے کر گئی تھی نا۔ دیکھتے ہوئے وہ کہیں کا سفر تھا اور ایک ایک قدم تکلیف دہ تھا۔
 ”بے کیسے وہ یہاں تک آ گیا تھا۔ سامنے ڈاکٹر شازمہ کے ٹیکہ کا بورڈ لگا تھا۔ قدم تھے کہ من من کے ہو رہے تھے۔
 ”نہیں۔“ اس کا منبر آیا تو ڈاکٹر شازمہ نے پوچھا۔ یہ اسی جانتا تھا کہ ایسے اس نے اپنا دعایاں کیا تھا۔
 ”آپ سسر ارمغان آپ کی سسر کو بھلا میں بھول

سکتی ہوں۔ جو آسو کلی کہ آپ کو اتنی گرت لڑی ملی۔“
 ”ڈاکٹر پلینز مل ہی پاؤت رپورٹس۔“
 ”آپ کیا جانتا چاہتے ہیں سسر ارمغان؟“
 ”سچائی۔“ وہ جلدی سے بولا تو ڈاکٹر شازمہ نے تمام بات سچائی سے بیان کر دی۔
 پہلی دفعہ مہمان زمین ارمغان کے لیے دیکھتے انکارے کی مانند بنی تھی۔ آہن تھا کہ بے رحمی کی آخری حدوں تھا اتنا نہ ہو سکا کہ بھلیاں گرا کر زمین پر اس کے لیے غصے ہوئے کو ایک قدم نہ چھوڑا۔ اسے ہوا میں معلق تو کر دی یا تھا۔
 ارمغان مجھ سے ہنی قیامی کون دے گا۔“ پکھلا ہوا سیہ کان میں دھاتھا۔
 ”بھانجی ابھی تجھے احساس نہیں ہے کیونکہ تو ابھی جوان ہے مگر جب پرہاے میں تیرے قدم ڈگ جائیں گے اور تیرے ہاتھ تھانے والا کوئی نہیں ہو گا تو تب

خوبصورت اور معیاری ناول

چند
 شہان
 کنول
 لبسنی
 شکوہ
 چلمن
 عرفانہ
 دروازہ
 ایک لڑکی پائل پائل
 رضیہ جمیل
 رضیہ جمیل
 سوچ منکر رانی

خواتین ڈائجسٹ
 اردو بازار، کراچی

تجھے احساس ہو گا۔"

نجمہ تپا آکے دیکھیں اولاد تو کیا بوجھ ہے کاسارا بنتی جو بننا چاہ رہی تھی وہ سارا بھی چھن گیا۔ میرے پیسے بد قسمیوں کے ہاتھ یہ سوغات بیار کی دولت کیسے لگ سکتی تھی کہ میرے پاس قدر کرنے والا مل تھا ہی کب۔

حائقہ۔ حائقہ۔ آماؤ خدا کے لیے آجاؤ ہر دیوار توڑ کے آجاؤ۔ کہ میں بالکل تنہا ہو گیا ہوں۔

"ارمغان مجھے پہلے تم سے محبت تھی اب عشق ہے۔ تمہیں اس لیے روک رہی ہوں کہ کیس بکھر نہ جاؤ۔" حائقہ کی آواز ذہن بدل میں گونجی۔

حائقہ میں گھر رہا ہوں اسی عشق کا واسطہ آجاؤ۔ "تمہیں نئی راہیں منزل پہ نہیں بند کئی میں لے جائیں گی ارمغان ملی۔"

"ہاں حائقہ دیکھو آکے میں اس مقام پہ آیا ہوں۔ بند کئی میں۔ آؤ میری بے بسی کا تماشہ کمزور انازاؤ۔ حائقہ تم بہت ظالم ہو۔ تم نے مجھے بہت کمر ازخم لگایا ہے۔ تین دن وہ گھر نہ جا سکا۔ چوتھے دن گھر آیا تو ماں نے بھاگ کے اسے تھاما۔" اماں اتنی طاق ہے

آپ میں کہ مجھے سارا دے سکیں۔" ارمغان بوڑھی میں گود دیکھ کے مسکرایا۔

"بیٹا تو ٹھیک تو ہے۔ کہاں تھا اتنے دن" انہوں نے چٹائی سے پوچھا۔ "لے سڑے۔ تمنا معلوم منزل کے سفر۔"

"ارمغان میری جان تیری منزل خود بخود تیرے پاس واپس آگئی ہے۔ عاصمہ گھر لوٹ آئی ہے۔ وہ شرمندہ ہے۔ انہوں نے اپنی طرف سے خوشخبری دی اور اس کے دل پہ چھریاں چل گئیں۔

"لوٹ آئی ہے کیوں۔" وہ باز۔ "آئی ایم سوری ارمغان میں واقعی شرمندہ ہوں۔"

وہ اس کے ہاتھ تھام کے بولی۔ تو وہ ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر گھر گھر کرے بولا۔

"عاصمہ شہباز میں ارمغان علی ولد شہزاد علی بقا تھی۔ یہ جو اس تمہیں طلاق دیتا ہوں۔"

"ارمغان۔ یہ تو کیا کہہ رہا ہے۔" اماں نے بھاگ

کے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھا مگر وہ ان کا ہاتھ جھٹک کر تین دفعہ بول گیا۔
عاصمہ تو سکتے میں آگئی تھی۔ وہ گھر سے نکل آئی۔ وہ بھلا عاصمہ کو کیوں سزا دیتا وہ ویسے بھی جائے کے بعد اس سے الگ ہو جاتی بہت کم کسی کے ہاتھ عرصہ کی دولت لگتی ہے اور وہ یہ دولت رکھنے والی کو کمر ہوا تھا۔

♥ ♥ ♥
وقت پر لگے کے گزرا تین سال کا عرصہ گزر گیا۔ اماں اس کے بعد زیادہ عرصہ نہ زندہ رہ سکیں۔ اکلوتے بیٹے کا دکھ انہیں چاٹ گیا۔

تپا کو وہ ہر ماہ ساقی رقوم دے دیتا تھا اور خود ہی آوارہ ہے کی مانند پھرتا رہتا۔ ایک دو دفعہ کاناٹے پکے سے انداز میں اسے شادی کرنے کا کہا تو اس کے چہرے تاثرات دیکھنے کے بعد انہوں نے دوبارہ اس ذکر کو نہ چھیڑا۔

اس کی شدید خواہش تھی کہ ایک دفعہ حائقہ اسے مل جائے تو وہ اس سے پوچھے کہ اس نے اس کے ساتھ یہ تماشا کیوں کیا۔

یہ خواہش اس کی پوری ہوئی وہ اسے پارک میں مل گئی جہاں وہ اپنے بچوں کے ساتھ آئی ہوئی تھی۔

"حائقہ تم نے میرے ساتھ بہت ظلم کیا ہے۔" "اب بھی الزام میرے سر ہے یہی طرف ہے آپ کا۔ میں نے آپ کی خاطر کیا کیا اور آپ نے میرے ساتھ کیا کیا۔ مگر آپ کا تصور بھی نہ تھا سوا اور عورت کے طرف میں اتنی ہی فرق ہوتا ہے جتنا زمین اور آسمان میں۔ بہر حال میرے شوہر کا خیال ہے کہ آپ کو ان کے نصیب نے دھکا دیا ہے۔ میرے بچوں کو اس دنیا میں آنا تھا اور انہیں میرا سارا بننا ہے مضبوط اور طاقتور سارا" ایک لمحے کو غمغور ہونے لگی تھی۔

مگر یہ جزا اسے پاک رب کی طرف سے ملی تھی اور بے وفائی بہر حال سزا ہے۔ جیسے ارمغان ملی کی زندگی اب اس کے لیے سزا بن گئی تھی۔